سماجی و معاشرتی وحدت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کی روشنی میں

مولف: مولانا سید جمال عباس نقوی سرسوی

یوں تو تمام افراد بشر، پیدائشی طور پر الٰہی پاک فطرت کے حامل[۱]، اجتماعی حیات کے مالک اور آیہ کریمہ کی روشنی میں ''امت واحدہ'' ہیں[۲]۔ یعنی انسان ایک ایسی اجتماعی مخلوق ہے کہ کوئی بھی چیز اس کو اس صورت سے بے نیاز نہیں کر سکتی[۳]۔

لیکن انسانوں کی جسمانی یکسانیت اور فطری یگانگت کے باوجود، ان میں پائے جانے والے بے شمار اختلافات جیسے نسلوں، رنگوں، زبانوں، جگہوں، صلاحیتوں اور طبیعتوں کے اختلاف بھی، ایک واضح و روشن حقیقت ہے۔ البتہ یہ فرق قرآنی نقطہ نگاہ سے ایک دوسرے پر برتری کی علامت کے بجائے، ایک طبعی اور فطری چیز اور تقاضائے حکمت الٰہیہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: يَاأَيها النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُم[۴]۔ انسانوں ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم میں مختلف قوم قبیلے قرار دئے ہیں تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ وَمِنْ آيَاته خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ

۱۔ سورہ روم/۳۱۔

۲۔ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً (بقرہ/۲۱۳)۔

۳۔ طباطبائی، المیزان، ج۲، ص۱۲۶۔

۴۔ سورہ حجرات/۱۳۔

وَأَلْوَانِكُمْ[۱]۔اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کی خلقت اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا[۲]۔ اسی نے تمہیں مختلف انداز میں پیدا کیا۔

اسی لئے بحکم واذن الٰہی[۳]، انبیاء ومرسلین اور ہادیان دین کی ایک عظیم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی فطری ندائے توحید پر لبیک کہنے کی ترغیب دلائیں[۴] اور انسانی سماج کو ہر طرح کے افتراق وانتشار سے محفوظ کرتے ہوئے سماجی ومعاشرتی وحدت کا نمونہ بنائیں۔

اس لئے کہ تفرقہ ایک ایسا مذموم، شخصیت کش، رعب ودبدبہ شکن[۵] اور عذاب کا باعث عمل ہے[۶] جس سے پرہیز ضروری ہے[۷]۔ اسی لئے تفرقہ کرنے والوں کو سنت پیغمبرؐ سے بے بہرہ اور پیغمبر کو ان سے الگ پہچنوایا گیا ہے: "جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے[۸]۔

ذیل میں سماجی ومعاشرتی وحدت واتحاد سازی کی راہ میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کے بعض نمونے اور اصول، قرآن وسیرت کی روشنی میں پیش کئے جارہے ہیں:

سماجی ومعاشرتی وحدت سے مراد

کسی بھی معاشرہ میں وحدت کا مطلب یہ ہے کہ کینہ وحسد کے بجائے اخوت وبھائی چارگی کی فضا قائم ہو۔ اسی لئے قرآن کریم نے تمام مومنین کو آپس میں بھائی[۹] اور ایک عظیم اسلامی امت کا جزء قرار دیتے ہوئے اپنی

۱۔ سورہ روم/۲۲۔

۲۔ سورہ نوح/۱۴۔

۳۔ انبیاء/۷۳، سجدہ/۲۴، ابراہیم/۱۰۱، مائدہ/۱۶، احزاب/۴۶۔

۴۔ بقرہ/۲۱، مائدہ/۷۲، اعراف/۵۹و۶۵و۷۳و۸۵، نحل/۳۶۔

۵۔ "وَلَاتَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ" (انفال/۴۶)۔

۶۔ "وَلَاتَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ" (آل عمران/۱۰۵)۔

۷۔ "شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَاتَتَفَرَّقُوا فِيهِ" شوریٰ/۱۳ ۔

۸۔ "إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ" (انعام/۱۵۹)۔

۹۔ حجرات/۱۰۔

ربوبیت یاد دلائی ہے اور اپنی عبادت و بندگی کا حکم دیا ہے[1] اور ''آپسی میل جول'' کو ایک خصوصی نعمت کے عنوان سے پہچنوانے کے بعد سب کو ''اتحاد'' کی دعوت دی ہے: ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے[2]''۔

محور اتحاد

قرآن کریم ''حبل اللہ'' سے تمسک[3] اور خدا اور رسول[4] نیز اولی الامر[5] کی اطاعت کو اتحاد کا محور قرار دیتا ہے۔ اس کے برخلاف طاغوت کی حاکمیت[6]، احکام جاہلیت پر عمل، نبی کریم کی طرف رجوع نہ کرنے، آپ کی سیرت کے مطابق عمل نہ کرنے اور آپسی لڑائی جھگڑوں میں آپ کے فیصلوں سے مطمئن نہ ہونے کو بے ایمانی اور نفاق کی علامت بتاتا ہے[7]۔

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت، دوستی اور پیار کا محور، ذات الٰہی کو قرار دے کر اسے مومنین کے باہمی اتحاد و اتفاق کا ذریعہ بیان کیا ہے، پیغمبر اکرمؐ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ''خداوند عالم کی کچھ مخلوقات ہیں جو اس کے حضور میں عرش کے دائیں جانب ہیں ان کے چہرے برف سے زیادہ سفید اور سورج سے زیادہ چمکدار ہیں کسی نے سوال کیا یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ ہیں جو خدا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں[8]''۔

۱۔ ''إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ'' (انبیاء/۹۲)۔

۲۔ '' وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا '' (آل عمران/۱۰۳)۔

۳۔ سورہ آل عمران/۱۰۳۔

۴۔ ''وَأَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ'' (انفال/۴۶)۔

۵۔ ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ'' (نساء/۵۹)۔

۶۔ سورہ نساء/۶۰۔

۷۔ ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا''۔ (نساء/۶۵)۔

۸۔ ''ان رسول اللہ صلی اللہ علی وآلہ وسلم کان یقول: ان للہ خلقاً عن یمین العرش بین یدی اللہ وعن یمین اللہ وجوھھم ابیض من الثلج واضواء من الشمس ضاحیۂ! یسال السائل: ماھولاء؟ فیقال: ھولاء الذین تحابوا فی جلال اللہ'' (کلینی، کافی، ج۲، ص۱۷۲)۔

براء بن عازب کا بیان ہے ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے کہ ایمان کا سب سے محکم پایہ کیا ہے؟ میں نے کہا نماز، فرمایا: نماز اچھی چیز ہے لیکن یہ نہیں ہے۔ میں نے کہا: زکات، فرمایا: ایک اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں ہے۔ میں نے تمام اسلامی واجبات کا ذکر کیا۔ آنخضرت نے فرمایا: ایمان کا سب سے محکم پایہ یہ ہے کہ انسان راہ خدا میں کسی کو چاہے اور راہ خدا ہی میں کسی سے دشمنی کرے[۱]۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے سلمان آپ کے پاس آئے اور جو کچھ لوگوں سے سنا تھا وہ رسول کی خدمت میں عرض کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے قریشیوں! انسان کی شخصیت اس کے دین سے، مروت اخلاق سے اور اس کی اصل عقل سے ہے خداوند عالم فرماتا ہے: میں نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو الگ الگ گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ پہچانے جاؤ۔ تم میں سب سے باکرامت شخص وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہو[۲]۔

خداوند عالم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ فقط یہ کہ مومنین اور مسلمانوں کے درمیان وحدت پر مامور فرمایا بلکہ آپ کو حکم دیا کہ اہل کتاب کو بھی اللہ پر اعتقاد کے سایہ میں مسلمانوں کے ساتھ وحدت کی طرف بلائیں۔ ارشاد ہوتا ہے: ''کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آجاو جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں، پس اگر نہ مانیں تو ان سے کہہ دیجیے: گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں[۳]''۔

۱۔ ''عن ابن عازب قال: کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات یوم فقال: اتدرون ای عری الایمان اوثق؟ قلنا: الصلاۃ! قال: ان الصلاۃ لحسنۃ وما ھی بھا قلنا: الزکاۃ فقال: لحسنۃ وما ھی بھا، فذکرنا شرائع الاسلام فقال: اوثق عری الایمان ان تحب الرجل فی اللہ وتبغض فی اللہ'' (شیخ مفید، الاختصاص، ص ۳۶۵)۔

۲۔ ''خرج رسول اللہ صلی اللہ علی وآلہ وسلم فحدثہ سلمان وشکا الیہ ما لقی من القوم وما قال لھم، فقال النبی صلی اللہ علی وآلہ وسلم: یا معشر قریش! ان حسب الرجل دینہ ومروتہ خلقہ واصلہ عقل، قال اللہ تعالی: إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ'' (نیشاپوری، روضہ الواعظین، ج ۲، ص ۲۸۳)۔

۳۔ '' قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ'' (آل عمران/۶۴)۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ حتی الامکان سرور دوعالمؐ نے ادیان الٰہی کے ماننے والوں کو اتحاد ویکجہتی کی طرف دعوت دی۔

سماجی و معاشرتی وحدت کے حصول کی راہیں:

۱۔ عدل وانصاف کی رعایت

عدالت کا نفاذ، حکم خدا اور تمام انبیاء الہی علیہم السلام کی بعثت کا ایک اہم ہدف ہے[۱]۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عدل وانصاف کو نافذ و رائج کرنے پر مامور تھے[۲] اور آنحضرت کی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ اسلامی امت کو بھی عدل وانصاف کی رعایت کرنے کا حکم دیں[۳]۔

تفسیر نمونہ میں ہے کہ: اس آیت[۴] میں عدالت کے نفاذ کا ایک عمومی قانون ذکر ہوا ہے جو تمام موارد اور تمام اشخاص کو شامل ہے۔ گویا ہر حال، ہر کام، ہر زمانہ و عصر میں عدالت کو قائم کرو یہاں تک کہ یہ تمہارے اندر ملکہ ہو جائے اور اس سے انحراف تمہاری طبیعت کے خلاف ہو[۵]۔

عدالت یعنی ہر چیز اور ہر شخص کو اس کی مناسب جگہ قرار دینا، اس کا دایرہ بہت وسیع ہے جو تمام مسائل منجملہ حکومت و قضاوت، بات چیت اور اقتصادی و اجتماعی مسائل سب کو شامل ہے۔

سماجی وحدت کے حصول میں، تمام لوگوں کے ساتھ عدالت کی رعایت ایک ایسا باضابطہ دستور العمل ہے جس کے نمونے سیرت نبوی میں جگہ جگہ قابل دید ہیں: انس ابن مالک کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو شخص دس لوگوں کا سرپرست ہو اور ان کے درمیان عدالت کی رعایت نہ

۱۔ ''بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں'' (سورہ حدید/۲۵)۔

۲۔ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں'' (شوریٰ/۱۵)۔

۳۔ ''انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے'' (مائدہ/۸)۔

۴۔ سورہ مائدہ/۸۔

۵۔ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ج۴، ص۱۶۱۔

کرے قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے ہاتھ، پیر اور سر لوہے کے اس چھلے میں ہوں گے جو گھوڑے کی لگام کے نچلے حصہ میں ہوتا ہے"[1]۔

ظاہر ہے کہ اسلام میں عدالت کے نفاذ کا حکم، معاشرہ کی تحکیم، استواری، ترقی اور امنیت واستقلال کے لئے ہے۔"الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم[2]" جیسی حقیقت افروز تعبیر سے بخوبی واضح ہے کہ ظلم و ناانصافی ہی سماج کے امن وامان کے لئے بڑا خطرہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں بیت المال اور مالی امور وقوانین میں خاص طور سے عدالت کی رعایت، روز روشن کی طرح واضح تھی،ایک عام اور سادہ زندگی کے عام وسائل وعمومی امکانات تک سب کی رسائی تھی،ثروت ودولت کسی ایک گروہ کے پاس ذخیرہ نہ ہونے کے بجائے عوامی دسترس میں تھی، غرض یہ قرآنی تعلیم کہ "سارا مال صرف مالداروں کے درمیان گھوم پھر کر نہ رہ جائے[3]" بطور احسن متحقق تھی۔

۲۔ باہمی تعاون وامداد

معاشرتی وحدت اور سماجی اتحاد قائم رکھنے کے لئے نبی کریم کی ایک حکمت عملی،آپسی تعاون اور باہمی امداد کا رواج ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے، معاشرہ کی ہر فرد ایک پیکر کا جز ہے[4] جوایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شریک ہے۔ ان کو ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک دوسرے کی مدد سے مشکلات کو حل کرنا ہے،ایک دوسرے کے کام آنا ہے، سماجی ترقی میں بڑھ چڑھ کے حصہ لینا ہے، محروموں اور مستضعفین کو ان کے حقوق دلانے کی کوشش کرنا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ تعاون اسی وقت مفید، کارگر اور وحدت ساز ہوگا جب "نیکی اور تقویٰ"[5] کے معیار پر ہو، یعنی تعاون اور باہمی امداد میں صرف اور صرف رضائے الٰہی اور اسلامی معاشرے کی مصلحت

۱۔"من ولّی عشرة فلم یعدل فیهم جاء یوم القیامة ویداه ورجلاه وراسه فی ثقب فاس" (شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ج۱، ص۳۰۹)۔

۲۔ شعیری، جامع الاخبار، ص۱۱۹۔

۳۔"کَیْ لَایَکُونَ دُولَةً بَیْنَ الْأَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ" (حشر/۷)۔

۴۔ کلینی، کافی، ج۲، ص۱۶۵۔

۵۔ مائدہ/۲۔

مد نظر ہو۔اور اس سلسلہ میں سستی قابل مذمت ہے: "اور آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے جہاد نہیں کرتے ہو جنہیں کمزور بنا کر رکھا گیا ہے"[۱]۔

ملاقات کے موقع پر سلام[۲]،حالت نماز میں بھی دوسروں کے سلام کا جواب دینا[۳]،دینی ومذہبی اجتماعات جیسے نماز جمعہ وجماعت اور مجلس وماتم میں شرکت،زکوۃ کی ادائیگی،رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ[۴]،اور مومنین کے تئیں خالصانہ آرزوؤں کا اظہار اور ان کی مغفرت کی دعا[۵]،سماجی تعاون اور معاشرتی اتحاد کے واضح راستے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے کہ پڑوسی کا حق کیا ہے؟صحابیوں نے عرض کیا: نہیں!آپ نے فرمایا: اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو،اگر قرض طلب کرے تو اس کو دو،اگر فقیر ہو جائے اس تک مدد پہنچاؤ،اگر اس پر کوئی مصیبت آپڑی ہو تو تسلی دو،اگر اس تک کوئی خیر پہنچا ہو تو مبارکباد دو،اگر مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اگر مر جائے تو تشییع جنازہ میں شریک ہو۔اپنے گھر کو اس کے گھر کے مقابلے میں اتنا بلند نہ کرو کہ اس کے یہاں ہوا کا گذر نہ ہوسکے مگر یہ کہ اس کی اجازت ہو۔اگر پھل خریدو تو اس کے لئے بھی ہدیہ لے جاؤ اور اگر اس کے لئے نہیں خرید سکتے تو چھپا کر لے جاؤ اپنی اولاد کو پھل کے ساتھ باہر نہ لاؤ کہ یہ عمل پڑوسی کی اولاد کے رنج کا باعث ہے،پڑوسی کو اپنے کھانے کی بو سے اذیت نہ کرو مگر یہ کہ اس میں اس کا حصہ بھی ہو[۶]۔

۱۔"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ" نساء/۷۵)۔

۲۔"وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ" (انعام/۵۴)۔

۳۔"فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان قائماً یصلی فمر بہ عمار بن یاسر فسلم علیہ فرد علیہ النبی ھکذا" (کلینی، کافی، ج۳، ص۳۶۶)۔

۴۔"وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ" (نساء/۳۶)۔

۵۔"وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ" (حشر/۱۰)، "رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ" (ابراہیم/۴۱)۔

۶۔"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: اتدرون ما حق الجار، قالوا: لا قال: ان استغاثک اَغثتَہ وان استقرضک اقرضتہ وان افتقر عُدتَ علیہ وَان اصابتُہ مصیبۃ عزیتہ وان اصابہ خیرٌ ھنَّاتَہ وان مَرِض عُدتَہ وان مات تبعت جنَازتہ ولا تستطیل علیہ بالبناء فتحجب الریح عنہ الا باذنہ واذا اشتریتَ فاکھۃً فاَھْدِ لہ فان لن تفعل فاَدخِلھا سِراً ولا تُخرج بھا ولدَک تغیظ بھا ولدہ ولا توذہ بریح قِدرِکِ اِلّا ان تَغرِف لہ منھا" (شہید ثانی، مسکن الفواد، ص۱۱۴)۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہدیہ لایا گیاآپ کے پاس اس وقت کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: تم لوگ بھی اس ہدیہ میں شریک ہو[۱]۔

اس طرح آپ نے معاشرتی وحدت اور سماجی اتحاد کی راہ ہموار فرمائی۔

۳۔ فقر و محتاجی کے خلاف جنگ

سماج کے ایک ایک فرد کے حالات کی بہتری، محرومیت کا خاتمہ، فقر و تنگ دستی کے خلاف جہاد، جامع پلاننگ کے ذریعہ کمزوروں، یتیموں اور تحت کفالت افراد کا خیال، دولت وثروت کی عادلانہ تقسیم، راہ خدا میں انفاق، قرض دینا، قرض کی ادائیگی میں مہلت دینا، احسان، محروموں کو صدقہ دیناوغیرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ کے وہ بنیادی اقدامات تھے جن کی بدولت آپ نے سماجی اتحاد اور معاشرتی وحدت ایجاد کی۔

۴۔ احساس مسئولیت

قرآن کریم کی رو سے وہی معاشرہ بہترین معاشرہ اور اس کے افراد بہترین افراد ہو سکتے ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری نبھانے والے ہوں[۲]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو اس کی طرف ایسے ترغیب و تشویق کی[۳] کہ اس ضروری اور معاشرہ ساز فریضہ کی ادائیگی میں خود محوری، تنگ نظری، تنہا خود کو حق پر سمجھنا اور دوسروں پر خط بطلان کھینچنا، نیز گفتار و کردار میں تندی شامل نہ ہوسکے۔ بے جا گمانوں کو گناہ[۴]، تمسخر، تجسّس و عیب جوئی اور ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارنے کو ظلم[۵] قرار دے کر سماجی اتحاد اور معاشرتی وحدت و اتفاق کی راہ ہموار فرمائی۔ سیرت نبوی میں نیکیوں کی طرف رغبت اور برائی سے روک ٹوک میں نفرت آمیز گفتگو سے پرہیز[۶] کے ساتھ ساتھ ادب واحترام، حلم و بردباری، حیاء،

۱۔ شہید ثانی، مسکن الفواد، ص ۱۱۴۔

۲۔ آل عمران/۱۱۰۔

۳۔ بقرہ/۱۲۹؛ آل عمران/۱۶۴؛ اعراف/۱۹۹۔

۴۔ حجرات/۱۲۔

۵۔ حجرات/۱۱۔

۶۔ ''وکان لایتکلم احداً بشیء یکرھہ'' (طبرسی، مکارم الاخلاق، ج۱، ص ۲۲)۔

صداقت، تواضع، تعادل، دلنواز لہجہ و نرم کلامی کی رعایت، بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں پر رحم کا خیال رکھا جاتا تھا اور حرمت شکنی نیز دوسروں کی لغزشوں کے بار بار تذکرے سے پرہیز ہوتا تھا۔

آنحضرتؐ کے پیروکار ہونے کی حیثیت سے ہمیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام پر ایک دوسرے کی جان کا دشمن نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے جو اختلاف، رنجش، اذیت اور زد و کوب کا باعث ہو۔ تبھی ہمارا سماج، مثالی سماج بن سکے گا اور سماجی وحدت بھی برقرار رہ سکے گی۔

۵۔ ہر طرح کی کجروی کا ڈٹ کے مقابلہ

کسی بھی سماج کی وحدت اور اس کے باہمی اتفاق و اتحاد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ فتنہ و فساد ہے۔ اسی وجہ سے بہت سی آیتوں میں لوگوں کو ہر طرح کے فساد سے روکا گیا ہے۔ علامہ طبرسی آیہ ”وَلَا تُفۡسِدُوا فِی الۡاَرۡضِ“ [۱] کے ذیل میں فرماتے ہیں: زمین میں فساد سے مراد لوگوں کو نقصان پہنچانا ہے اور کچھ لوگوں نے اس کو قتل اور ظلم و گناہ سے بھی تفسیر کیا ہے [۲]۔ شیخ طوسیؒ فرماتے ہیں: فساد سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اعتدال و استقامت سے جدا ہو جائے [۳]۔

سیرت نبوی میں، انفرادی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی امور کے لئے ایسے نکات پائے جاتے ہیں جن میں سماجی وحدت اور معاشرتی اتحاد کے حصول کے لئے اخلاقی، مالی، انتظامی اور سیاسی ہر طرح کی کجرویوں کا ڈٹ کے مقابلہ اور اس راہ میں مجاہدت کے اشارے ملتے ہیں: بیت المال کے اموال کی بہ نسبت آپ کا متعہد ہونا اور اس کو معینہ مد میں خرچ کرنا [۴]، مفسدوں کو اپنی بزم سے نکالنا اور ان کے ساتھ ہم نشینی کی ممانعت [۵]، ظالم کی ہمراہی

۱۔ اعراف/۵۶۔

۲۔ علامہ طبرسی، مجمع البیان، ج ۴، ص ۵۶۔

۳۔ شیخ طوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، ج ۱، ص ۷۵۔

۴۔ ”قد دخلنا علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عشیا فرایناه کئیبا حزینا۔۔۔۔ فلما اصبحنا اتیناه فرایناه ضاحکا مستبشرا فقلنا له: بآبائنا و دخلنا الیک البارحة فرایناک کئیبا حزینا ثم عدنا الیک الیوم فرایناک فرحا مستبشرا فقال: نعم کان قد بقی عندی من فی المسلمین اربعة دنانیر لم اکن قسمتها وخفت ان یدرکنی الموت وهی عندی وقد قسمتها الیوم واسترحت منها“ (قمی، تفسیر القمی، ج ۱، ص ۵۱)۔

۵۔ ”ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کان یقول: من کان یومن بالله والیوم الاخر فلا یواخین کافراً ولا یخالطن فاجراً ومن اخی کافراً او خالط کان فاجراً کافراً“ (شیخ حر عاملی، وسایل الشیعه، ج ۱۶، ص ۲۶۵)۔

اور مدد سے روک تھام[۱]، قتل عام کی ممانعت[۲]، نزدیکی افراد اور صحابیوں کی بیجا آرزوؤں اور خصوصی خواہی کے مقابلے میں قاطعیت مثلاً مسجد میں ان کے دروازے کھلے رہنے کی درخواست کا رد کرنا[۳] غرض "ہر وہ کام جس خدا نے روکا ہو" رکنا، شامل ہے۔ لہٰذا ہر طرح کا گناہ و معصیت زمین میں فساد کا مصداق اور سماجی اتحاد و اتفاق کا قیام، قتل، فتنہ گری، چوری، رباخواری، قطع رحم، زراعت و نسل کی نابودی اور اجتماعی زندگی میں مختلف تباہیوں کی روک تھام کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

سنت و سیرت نبوی میں معاشرتی اتحاد کا ایک راز یہ بھی ملتا ہے کہ لوگوں کے مختلف امور کو انہیں کے حال پر نہیں چھوڑا جاتا تھا اور آپ اپنے کاندھے کو لوگوں کی مشکلات و مسائل کے حل سے خالی نہیں فرماتے تھے بلکہ چارہ اندیشی، پروگرامنگ اور امکانات و وسائل کے ذریعہ ان کے امور کی اصلاح فرماتے تھے۔ روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے نبی کریم کے فرمان سے مسجد نبوی میں توسیع اور اس کی دوبارہ تعمیر[۴]، مختلف[۵] امور کے حل کے لئے قطعی فیصلہ لینے سے پہلے مشورے کی تاکید[۶]، آخری فیصلہ سے پہلے عاقبت کی ترویج[۸]، اس معیار پر کہ "جیسے چاہتے ہو دوسرے تمہارے ساتھ برتاؤ کریں تم ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو" لوگوں کے کردار کی اصلاح، دشمن کے مقابلے قدرت نمائی اور ظاہر آرائی[۹]، "دشمن کی طرف سے

۱۔ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مضی مع ظالم یعینہ علی ظلمہ فقد خرج من ربقۃ الاسلام ومن حالت شفاعتہ دون حد من حدود اللہ فقد حاد اللہ ورسولہ ومن اعان ظالما لیبطل حقا لمسلم فقد بری من ذمۃ الاسلام وذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ومن دعا لظالم بالبقاء فقد احب ان یعصی اللہ ومن ظلم بحضرتہ مومن او اغتیب وکان قادراً علی نصرہ ولم ینصرہ فقد باءَ بغضب من اللہ ومن رسولہ ومن نصرہ فقد استوجب الجنۃ من اللہ تعالی" (دیلمی، ارشاد القلوب، ج۱، ص۷۶)۔

۲۔ "عن علی علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی ان یلقی السم فی بلاد المشرکین" (محدث نوری، مستدرک الوسائل

۳۔ اربلی، کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، ج۱، ص۳۲۰۔

۴۔ شیخ صدوق، معانی الاخبار، ص۱۵۹۔

۵۔ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یستشیر اصحابہ ثم یعزم علی ما یرید" (شیخ حر عاملی، وسایل الشیعہ، ج۱۲، ص۴۴)۔

۶۔ "قال امیر المومنین علیہ السلام: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ارایت اذا نزل بنا امر لیس فیہ کتاب ولا سنۃ منک ما نعمل فیہ؟ قال النبی اجعلوہ شوری بین المومنین" (کوفی، تفسیر فرات کوفی، ص۶۱۴)۔

۷۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ہممت بامر تدبر عاقبتہ فان یک رشدا فامضہ وان یک غیا فانتہ عنہ" (برقی، المحاسن، ج۱، ص۱۶)۔

۸۔ "امرنی ربی بمداراۃ الناس کما امرنی باداء الفرائض" (کلینی، کافی، ج۲، ص۱۱۷)۔

۹۔ "وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ" (انفال/۶۰)۔

سختیوں و دھمکیوں کے مقابلے میں پسپا نہ ہونا'' یہ سب مختلف نمونے ہیں جو معاشرہ کی مشکلات کو حل کرنے میں رہنما ہیں اور سماجی اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے میں بیحد ضروری۔

خلاصہ یہ کہ ایک مفید، کامیاب، صحتمند اور ترقی یافتہ سماج کے بنیادی اصولوں اور مستحکم ستونوں میں عدالت، باہمی تعاون و نیک برتاؤ، فقر و محتاجی کی بیخ کنی، احساس مسئولیت، اخلاقی، مالی، انتظامی اور سیاسی ہر طرح کی کجرویوں کا ڈٹ کے مقابلہ اور انحرافات کے برخلاف مجاہدت، نیز ہمہ جانبہ توسعہ و تعمیر کے ساتھ ساتھ، اتفاق و اتحاد اور وحدت و ہمدلی یعنی تمام مضر اختلافات کی بیخ کنی اور مہر و محبت کا رواج، ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

بظاہر اسی لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفرقہ ڈالنے والے شخص کو شریر ترین فرد بیان کیا ہے[۱] اور چونکہ چغلخوری، غیبت، عیب جوئی، تہمت وغیرہ، آپسی رنجش کا سبب ہوتے ہیں اس لئے انہیں حرام قرار دیا ہے۔ اس کے برخلاف دوسروں کے عیوب سے چشم پوشی کا حکم[۲] اور سوء ظن، کینہ اور بغض و حسد سے دور کی تاکید کی ہے۔

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سماجی اتحاد اور معاشرتی وحدت کے حصول کے لئے بہترین آئیڈیل ہے آپ کے لبوں پر ہمیشہ تبسم ہوتا تھا اور آپ کا اخلاق اور ہم نشینی سب کیلئے لطف اندوز تھی آپ نہ تند خو تھے نہ سخت گیر، نہ فحاش تھے نہ عیب جو و چاپلوس، جو آپ کو پسند نہیں تھا اس سے تغافل فرماتے تھے اور آپ سے کوئی ناامید نہ ہوتا تھا[۳]۔

صدر اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ رب العزت کی عنایت اور ارادہ الٰہی کے زیر سایہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوششوں کے نتیجہ میں عرب قبائل کے دیرینہ کینوں کا خاتمہ ہوگیا اور ان کی باہمی دشمنی، ایک ایسی

۱۔''الا اخبرکم باشرارکم قالوا: بلیٰ یا رسول اللہ! قال المشاء ون بالنمیمة المفرقون بین الاحبة الباغون للبراء العیب'' (شیخ صدوق، معانی الاخبار، ج۴، ص۳۷۵)۔

۲۔''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کان بالمدینة اقوام لهم عیوب فسکتوا عن عیوب الناس فاسکت اللہ عن عیوبهم الناس فماتوا و لا لهم عند الناس وکان بالمدینة اقوام لا عیوب لهم فتکلموا فی عیوب الناس فاظهر اللہ لهم عیوباً لم یزالوایعرفون بها الی ان ماتوا'' (شیخ حر عاملی، وسایل الشیعہ، ج۱۵، ص۲۹۲)۔

۳۔''مجلسه مجلس حلم وحیاء وصدق وامانة لا ترفع فیه الاصوات ولاتؤبن فیه الحرم ولا تثنی فلتاته متعادلین متواصلین فیه بالتقوی متواضعین یوقرون الکبیر ویرحمون الصغیر ویؤثرون ذا الحاجة ویحفظون الغریب فقلت: فکیف کانت سیرته فی کلسائه؟ فقال: دائم البشر سهل الخلق لین الجانب لیس بفظ ولا صخاب ولافحاش ولا عیاب ولا مداح یتغافل عما لا یشتهی فلا یؤیس منه۔۔۔'' (علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج۱۶، ص۱۵۲)۔

دوستی میں بدل گئی جن کی مثال دی جاتی ہے۔یہی نہیں بلکہ ان کے درمیان عقد اخوت منعقد ہوا یہاں تک اوس وخزرج جیسے جانی دشمنوں کی دشمنیاں آپسی دوستی میں بدل گئیں۔

تعلیمات رسولؐ کی روشنی میں اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ مومنین کی باہمی چپقلش اور آپسی اختلافات کے حل کی کوشش اور صلح وآشتی کا ماحول بنائیں اوراس قرآنی حکم کی تعمیل کریں: ’’اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جھگڑا کریں تو تم سب ان کے درمیان صلح کراؤ‘‘[۱] اس لئے کہ رب کریم کی نگاہ میں ایسے اصلاحی اقدامات، دو بھائیوں کے درمیان صلح وآشتی کا درجہ رکھتے ہیں؛ ’’مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو[۲]‘‘۔

رب کریم سے دعاہے کہ ہمیں تعلیمات رسول وآل رسول علیہم السلام پر عمل کی توفیق کرامت فرمائے۔

❖

۱۔ ’’وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا‘‘ (حجرات/۹)۔

۲۔ ’’إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ‘‘ (حجرات/۱۰)۔